عالمگیر تہذیب کا تصور: قرآن و تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

The concept of Global civilization: In perspective of Quranic and Sunnah teachings

ڈاکٹر ناہید ارائیں[i] ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ[ii]

Abstract

Before the advent of Islam, the Arabs were grappled in the dark night of social, political and religious life that time was an age of ignorance uncivilization was prevailed society was full of disintegration and anrchy regarding religion, will specially explore the extentto which Quran and Sunnah impart true knowledge of civilization and advocate for unity and brotherhood with other civilizations.specially on the impact of Quran and sunnah teachings how world was civilized with Islamic teachings and exercises accros the world. Islam is the religion of ethical and moral values which has been telresented by Prophet Muhammad He has ever been the most civilized and most popular in this earth (Hazrat Muhammad S.A.W.S.).

if some one wants to be civilized and beloved person of people as well as Allah than follow Quran and Sunnah for success in this world and after this world.

Key words: globalization, civilization, popular

مذکورۃ الصدر موضوع کی اہمیت وافادیت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ آج بحیثیت انسان ہمیں انسانیت کی بقاء اور ارتقاء کو مقصد کے حصول کیلئے عزیز رکھنا ہوگا۔ اور من حیث القوم نہیں بلکہ من حیث النوع جدوجہد کرنی ہوگی۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ[1]

"آپ فرمادیجئے کہ اے اہلِ کتاب تم ایسے کلمے کی طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں یکساں ہے۔"

کے تحت عالمگیر تہذیب کے تصور کو کچھ اس انداز میں بیان کیا:

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ تقابل ادیان واسلامی ثقافت، یونیورسٹی آف سندھ، جامشورو

ii اسسٹنٹ پروفیسر، زرعی یونیورسٹی، پشاور

"اس آیت کے نہ صرف علمی اعتبار سے بلکہ بین المذاہب تعلقات اور ثقافتی رشتوں سے منسلک کرنے کے علاوہ بھی بڑی طویل اور ہمہ جہت پہلو ہیں جس سے انسانوں کو سماجی، اخلاقی، تہذیبی اور عالمگیر معاہدوں میں مذہبی و دینی اختلاف یا ہچکچاہٹ کے بغیر شریک ہونے کے مواقع مل سکتے ہیں۔ اور اس طرح اسکو عالمی امن اور بھائی، ارے کے وسیع تر مقاصد میں بھی معاون و مددگار بنایا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں کلمے سے مراد ایک مفید جملہ ہے یعنی الا نعبد الا اللہ

کہ بنی نوع انسان کو توحید کی طرف راغب کر و اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف مذاہب میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث انسان اس کرہ ارض پر نفاق و فساد کی علامت بن کر رہ گیا ہے اس کے اتحاد کے حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید پر ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح اور روشن ترین حقیقت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی فورم پر جمع ہونے کے لئے بنی نوع انسان کو دعوتِ عام دی تھی اور جس کا سب سے پہلا چراغ روئے زمین پر ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی صورت میں روشن کیا اور دنیائے انسانیت کے لئے ایک تابناک تہذیب و تمدن کی ابتدا کی تھی[2]۔

تہذیب اور ثقافت مترادف المعانی ہیں۔ مراد ان سے افراد معاشرہ کا طرز معاشرت ہے۔ یہ بات تحقیق کے قریب ہے کہ دینِ اسلام کسی خاص تہذیب اور ثقافت کا داعی نہیں جبکہ اسلام کا تعلق کسی خاص علاقہ سے نہیں اور نا ہی تہذیب و ثقافت اس کے لئے لازمی قرار دی جائے۔

البتہ آسمان سے اترا ہوا مذہب اس سرزمین کے مختلف فضاؤں سے رچے ہوئے تمدن سے مل جل کر ثقافت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس کا اندازہ عرب و عجم متضاد ثقافتوں میں اسلامی طریقہ تعلیم و تبلیغ سے ہو سکتا ہے۔ انسانی تہذیب کی تاریخ کے در و بست اس وقت سے شروع ہوئے ہیں جب سے آدم علیہ السلام نے اپنے وجود قدسی سے اس جنت ارضی کو رونق و زینت بخشی اور اپنی معصومانہ اور محبت بھری زندگی سے مرکز اصول حیات بنے۔

ہر معاشرے کی اپنی ثقافت ہوتی ہے جو کہ دیگر معاشروں کی ثقافتوں سے کسی نہ کسی حد تک ضرور مختلف ہوتی ہے، کیونکہ کسی بھی ملک یا معاشرے کے لوگ اپنے جغرافیائی اور معاشرتی حالات کی بناء پر اپنے رسم و رواج، رہن سہن کا انداز اور طور طریقہ وضع کرتے ہیں۔ یہ عمل

معاشرے میں محسوس طریقے سے جاری رہتا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم بین التہذیبی و ثقافتی تقارب اور سیرت طیبہ کے حوالے سے پرکھیں ضروری ہے کہ تہذیب و ثقافت کی تعریف اور اس کے استعمال کو عمرانیات کی روشنی میں دیکھیں۔

تہذیب کے لغوی معنی

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:

"یعنی کسی شئے کو کاٹنا، صاف کرنا، عیوب سے پاک کرنا، اس کو سنوارنا جیسا کہ درخت کی بڑھی ہوئی شاخوں کو چھانٹنا، مراد ہے شائستگی، خوش اخلاقی، تربیت، شرافت، انسانیت، صفائی[3]۔"

فیروز اللغات میں ہے:

"آراستگی، صفائی، اصلاح، شائستگی، خوش اخلاقی، اخلاق کی درستی، انسانیت، تربیت یافتہ، تعلیم یافتہ، شائستہ اور مہذب ہیں[4]۔"

تہذیب کی تعریف

تہذیب سے مراد شہری زندگی کے آداب اور تمدن سے مراد اُن کو اختیار کرنا۔

سبط حسن کے مطابق:

"کسی معاشرے کی با مقصد تخلیقات اور سماجی اقتدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرزِ زندگی اور طرزِ فکر اور احساس کا جوہر ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان، آلات واوزار پیداوار کے طریقے اور سماجی رشتے رہن سہن، فنونِ لطیفہ، علم و ادب، عقائد، اخلاق و عادات، رسوم و روایات تہذیب کے مختلف عنصر ہیں[5]۔"

ثقافت کی تعریف

ثقافت وہ مجموعہ ہے جس میں علم، فن، قانون، رسم و رواج اور دوسری تمام صلاحیتیں اور عادات شامل ہیں، جسے کوئی بھی فرد معاشرے کے رکن کی حیثیت سے سیکھتا ہے اور ایک مواشرے اور قوم کی اپنی خصوصیات اور عادات واطوار، اس کا طرزِ فکر، اسکا دینی نظریہ، اس کے اہداف و مقاصد یہی چیزیں ملک کی تہذیب کی بنیاد ہوتی ہیں۔ یہی وہ بنیادی چیزیں ہیں جو ایک قوم کو شجاع و غیور خد مختیار بنا دیتی ہے اور ان کا فقدان قوم کو بزدل اور حقیر بنا دیتا ہے[6]۔

تہذیب و ثقافت اور تمدن میں فرق

بعض افراد معاشرے میں تہذیب و ثقافت اور تمدن کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ ماہرینِ عمرانیات ان تینوں میں فرق واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''ثقافت ان لوگوں کا اندازِ زندگی ہے جو کسی خاص مقام یا ملک میں رہتے ہوں۔ یہ ثقافت ان کے فنون، رسوم، تقاریب، عادات اور مذہب میں نظر آتی ہیں، جبکہ تہذیب و تمدن کا تعلق خاص شہری زندگی سے ہے اور ثقافت شہری اور دیہی دونوں طرزِ زندگی سے تعلق رکھتی ہے[7]۔

یعنی جس معاشرے میں شرف انسانیت اور اعلیٰ اخلاقی قدریں پائی جائیں اُس معاشرے کو ہم تہذیب سے آراستہ مہذب معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ خدا نے انسان کو ہدایت کا سامان مہیا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم اس کے عذاب سے بچو، جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کے میوے پیدا کئے پس کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو[8]۔"

بہر کیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یا اس سے قبل دنیا میں جو تہذیبیں منظر عام پر تھیں، ان میں معروف ایرانی، یونانی، رومی، مصری، چینی اور ہندی تہذیب و ثقافت شامل ہیں۔ جبکہ خود نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و تربیت جس آب و ہوا میں کی گئی اور آپ کو وقت بعثت جس تہذیب و ثقافت سے واسطہ پڑا وہ جزیرۃ العرب کا خاص طرز معاشرت تھا۔ ارشاد باری ہے:

"جو اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے[9]۔"

اہل عرب کی تہذیب و ثقافت اس وقت ہی سے مسلم تھی جب سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام نے رب العزت کے حکم سے جزیرۃ العرب کو اپنا مسکن بنایا۔ اہل عرب کی سخاوت وفیاضی، فراست وذہانت، قوت حافظہ، شجاعت، وفائے عہد، غیرت وحمیت کا چرچا پوری دنیا میں مشہور تھا۔ ان کا لباس، بعام قیام، نشست و برخاست الغرض تمام وہ خصوصیات جو کسی اعلیٰ تہذیب کی تخلیق کا سبب بنیں عربوں میں موجود تھیں۔

اہل عرب دین ابراہیم پر عمل پیرا تھے مگرعمرو بن لحی وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے دین اسماعیل کو تبدیل کیااور بتوں کی پرستش شروع کی اور اہل عرب کو ان کی عبادت کا حکم دیا۔

معروف سیرت نگار علامہ علی بن برہان الدین اپنی کتاب "السیرۃ الحلبیہ" میں رقمطراز ہیں:

قد تضافرت نصوص العلماءعلی ان الرب من عهد ابراهيم استمرت علی دينه ای من رجض عبادة الصنام الیٰ زمن عمرو بن لحی فهو اول من غير دين ابراهيم و شرع العرب الضلالات فعبد الصنام و سيب السائبة و بحر البحيرة[10]

"اس بات پر علمائے کرام کی بکثرت تصریحات ہیں کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر عمرو بن لحہ کے زمانے تک آپ کے عقائد پر ثابت قدم رہے یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیم کو تبدیل کیااور اہل عرب کیلئے طرح طرح کی گمراہیاں شروع کیں اور اس نے بتوں کی پوجا کی سائبہ اور بحیرہ کی بدعت کا آغاز کیا۔"

قرآن مجید میں آتا ہے:

"اور یقیناً ہم نے آدم کو بزرگی دی ہے اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیااور ہم نے ان کو دوسری مخلوق پر جنہیں ہم نے پیدا کیا بڑی فضیلت دی ہے۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا سمندر غرض کہ کائنات کی ہر چیز انسان کی آسائش اور انتفاع کے لیئے پیدا کی گئی ہے[11]۔"

ارشادِ الٰہی ہے:

"وہی ذات ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیئے پیدا کیا[12]۔"

تہذیب و تمدن

تہذیب و تمدن کے لحاظ سے عرب کے مختلف حصے بالکل مختلف حالات رکھتے تھے۔ ماہرین نے اصول عمرانیات کی بناء پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کا تمدن کسی زمانے میں اوج کمال تک پہنچ چکا تھا، کیونکہ اصول ارتقاء کی رو سے کوئی قوم محض وحشت کی حالت سے دفعتاً اعلیٰ درجے کہ تہذیب و تمدن تک نہیں پہنچ سکتی۔

یہ ایک قیاس استدلال ہے تاریخ سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے بعض حصے مثلاً یمن کسی زمانے میں انتہاء درجہ ترقی تک پہنچ چکے تھے۔ یورپ کے محققین آثار قدیمہ جنہوں نے

یمن کی آثار قدیمہ کی تحقیقات کی ہیں اور پرانے کتبے پڑھے ہیں، وہ یمن کی قدیم تہذیب و تمدن کا اعتراف کرتے ہیں۔

اسی طرح عرب کے وہ مقام جو ایران اور شام سے متصل تھے، مثلاً حیرہ جو آل نعمان کا پایہء تخت تھا اور حوران غسان کا صدر مقام تھا تہذیب و تمدن سے خالی نہ تھے[13]۔

اس کے ایک کتبے کو محدث موصوف نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ سولہ برس کی تعمیر ہے۔ آجکل یورپ کے محققین نے ان مقامات میں جا کر جو تحقیقات کی ہیں اس کی بھی حیرت انگیز تمدن کی تصدیق ہوتی ہے[14]۔

آب وہوا کی تبدیلی سبب بنتی ہے عادات واطوار میں تبدیلی کا چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"فارس مغرب کے رہنے والے مصریوں کے برخلاف سرد و بلند مقامات میں رہتے ہیں۔ ہر وقت فکر و تردد میں مبتلا ہیں۔ بات بات کو سوچتے ہیں۔ کبھی عوعاقبِ امور سے غافل نہیں ہوتے۔ ہر ایک آدم دو دو برس کا غلہ گھر میں بھر لیتا ہے اور پھر بھی صبح کو روزانہ گلہ اور سامانِ خوراک بازار سے ہی لاتا ہے کہ کہیں اس کا ذخیرہ کچھ کم نہ ہو جائے۔ غرضیکہ تمام اقالیم و ممالک کے حالات وآثار میں غور کیا جائے تو کچھ نہ کچھ آب و ہوا کا اثر اخلاق پر ضرور نظر آئے گا[15]۔"

جب ہم تہذیب اور تمدن کی نسب اسلام کی طرف کرتے ہیں تو اس کا دائرہ صرف دینی عقائد اور اسلامی شریعت تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایسی چیزیں بڑی تعداد میں ہیں جن سے مذہب کا براہ راست تعلق نہیں ہے یا مذہب ان کے بارے میں خاموش ہے۔ چنانچہ فن تعمیر، زراعت وآب پاشی کے طریقے مختلف سمتیں اور حرفیں ذرائع آمد و رفت کا انتظام اور ترقی اندرونی اور بیرونی تجارت، ملکی انتظام اور انصرام، فوجی تنظیم اور آلات حرب کا اہتمام لابس فرنی، راور سجاوٹ، نئے نئے طرز آدابِ محفل اور نشست اور برخاست کے بدلے ہوئے انداز مختلف طرح کے کھیل اور خوش وقتی کے اسباب علم وہیئت، جغرافیہ، لغت، تاریخ اور بہت سے دوسرے ایسے میدان ہیں جو براہ راست مذہب سے متعلق نہیں ہے لیکن اسلامی تہذیب کے انداز ان میں نشوونما کا اور ترقی کا سلسلہ جاری رہا اور ان میں بہت سے مسلمانوں کی تہذیبی اور تمدنی زندگی کے تابندہ ستارے ثابت ہوئے، بایں ہمہ یہ بات کچھ غلط نہیں ہوگی کہ مذہب، تمدن اور تہذیب کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور کسی بھی تہذیب اور تمدن کی معنویت اور اس کی مابعد الطبعیاتی بنیادیں کچھ مذہبی یا اس کے مماثل عقائد پر قائم

ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر کسی تمدن اور تہذیب کو ابتداً کسی مرکزی مذہبی روایت کا سہارا نہ مل سکا تو اس کے بعد میں اپنی مکمل نشو و نما کیلئے کسی مذہبی رنگ کی تحریک سے ناتا جوڑنا پڑا ہے اس کی مثال قدیم تاریخ میں واقع تمدن اور جدید دور میں یورپ کے مادی تہذیب سے دی جاتی ہے۔ اول الذکر میں پرستش شہنشاہ کے مسلک نے اور ثانی الذکر میں وطنیت کی مذہب نما تحریک نے تہذیبی سانچے میں مذہب کا کردار ادا کیا۔ اس لحاظ سے جب دیکھا جائے گا تو انسانی تہذیب اور تمدن کی تشکیل اور ارتقاء میں اسلام کا ایک نمایاں اور کلیدی کردار ہے لہٰذا انسانی تہذیب و ثقافت کی معراج اگر دیکھی جائے تو اصلاً دورِ نبوی ﷺ ہی میں ملے گی کیونکہ کسی بھی معاشرے کو مہذب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں عدل کا نفاذ ہو۔ عدل ایک ایسا فارمولہ ہے جو عالم انسانیت کی بقاء میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

توحید باری توالی کا پیغام بنی نوع انسان کے ہر طبقے تک پہنچایا گیا ہے۔ بناء بریں وہ ہر ایک سے مطالبہ کرتا ہے کہ مذہبی کتاب اور ہر رسول کو تسلیم کیا جائے اور مذہب کے نام پر خون خرابا نہ کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"دین کے بارے میں کسی کا جبر نہیں[16]۔"

اس سے ثابت ہوا کہ مذہب میں کسی قسم کی زبردستی جائز نہیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشادِ الاہی ہے:

"اور ان کو گالی نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں[17]۔"

صاحب قصیدہ برداہ، رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ کے اسی پہلو کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آیاته الغر لایخفیٰ علیٰ احد بدونها العدل بین الناس لم یقم[18]

"نبی کریم ﷺ کی روشن نشانیاں ایسی ہیں جو کسی پر پوشیدہ نہیں اور ان کے بغیر لوگوں کے درمیان عدل قائم نہیں ہو سکتا۔"

گویا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی پوری سیرت طیبہ عدل کا نمونہ ہے۔ ہم معاشرے کی اصلاح کے لئے عدل کا نفاذ کس انداز سے کریں کہ معاشرے میں اس کے بہتر اثرات

مرتب ہوں اور معاشرے کا ہر فرد ان اخلاقی اقدار کو اپنانے کے لئے روشنی سیرۃ طیبہ سے حاصل کرے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ عدل نہیں کر سکتا، یقیناوہ دوسروں کے ساتھ بھی عدل کا برتاؤ نہیں کر سکے گا یایوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان معاشرے کا اچھا فرد کس طرح بن سکتا ہے جو خود اچھا نہ ہو۔ معاشرے کی اصلاح وہی کر سکتا ہے جو اپنی اصلاح کر چکا ہو۔ اس بارے میں رسالت مآب ﷺ کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حسب ذیل ارشاد ہماری رہنما کرتا ہے:

> "حضرت عبداللہؓ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دریافت فرمایا کہ کیا تم رات کو قیام اور دن کو روزے سے رہتے ہو؟ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کی جی حضور۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے ایسا کرنے سے تمہارے آنکھیں بوجھل اور نفس تھک جاتا ہے۔ تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے۔ پس روزہ رکھو اور افطار کرو، رات عبادت کرو اور نیند بھی کرو[19]۔"

لہٰذا واضح ہوا کہ ایک فرد کا اپنی ذات کے ساتھ عدل یہ ہے کہ وہ کبھی بھی اور کسی بھی حالت میں اعتدال کی راہ نہ چھوڑے۔ جتنا زیادہ اپنے ساتھ عدل کرے گا اتنا ہی دوسروں کو متاثر کرتے ہوئے اس کی اصلاح کر سکے گا۔

آج بھی ہمارے معاشرے کی یہ حالت ہے کہ بیٹی کی ولادت کی خبر سنتے ہی خاندان میں صفِ ماتم بچھ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری ہمارا مقدر ہوں گی کہ:

> "تم میں سے جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کرے تو بے شک وہ جنت میں داخل ہو گا[20]۔"

اور عدل یہی ہے کہ ہم اولاد کی ذمہ داری کو بطریق احسن ادا کریں تاکہ بہتر معاشرے کی بنیاد پڑ سکے۔

معاشرے کے ان اہم افراد کے ساتھ عدل کے برتاؤ کا حکم دیتے ہوئے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات اور سیرۃ طیبہ کے متعدد واقعات سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا جائے۔

یہ اسی صورت ممکن ہے جب سیرۃ طیبہ کے حوالہ سے معاشرے میں عدل کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔ اسی طرح اس دنیا میں امن اللہ کی ایک ایسی نعمت جو بنی نوع انسان کی حیات کے لئے لابدی ہے، وہی تہذیب انسانیت کی فلاح میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے جو انسانوں کے لئے پیغامِ امن کی نوید لے کر آئے۔

چنانچہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے بعد حجر اسور کو اپنی جگہ نصب کرنے کے موقع پر ہر قبیلہ اپنا یہ حق سمجھتا تھا کہ یہ اعزاز اس کو حاصل ہونا چاہئے۔ نزاعی صورت حال تھی جس کے نتائج سخت خوفناک صورت اختیار کر سکتے تھے لیکن کچھ لوگوں نے سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے سب کو آمادہ کر لیا کہ جو شخص علی الصبح سب سے پہلے خانہ کعبہ کی چار دیواری میں داخل ہو گا وہ اس نزاعی مسئلہ کا جو بھی حل پیش کرے گا وہ سب کے لئے قابل قبول ہو گا۔

آنے والی صبح اہل مکہ کے لئے پیامِ امن لائی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چار دیواری میں داخل ہونے والی پہلی شخصیت تھیں جن کہ کعبہ میں داخل ہوتے ہی سب پکار اُٹھے کہ:

هذا الامين رضينا هٰذا محمد[21]

"یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں یہ محمد ﷺ ہیں۔"

غور کا مقام ہے کہ معاشرہ میں امن کے لئے آپ ﷺ کا عمل کیا رہا؟ آپ ﷺ چاہتے تو خود حجر اسود اُٹھا کر اسے اس کی جگہ نصب فرما دیتے اور کسی کو اعتراض نہ ہوتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے چادر زمین پر بچھائی، اس پر حجر اسود رکھا اور تمام قبیلوں کے نمائندہ سرداروں کو چادر کا ایک ایک کونہ پکڑنے کو فرمایا اور دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی جگہ نصب فرما دیا اور یوں بعثت سے قبل ہی اپنے عمل سے اہل عرب کو ایک بہت بڑی خانہ جنگی سے نجات دلاتے ہوئے ان کے مابین امن قائم فرماتے ہوئے انہیں نئی زندگی بخش دی اور ایک ایسے فساد کی جڑ کاٹ دی جس سے چند لمحوں میں خون ریزی کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنے معاشرتی تناظر میں اختلافات کے حل کے لئے امن کا راستہ اختیار کیا بلکہ پوری انسانیت کو اپنے مسائل کے حل کے لئے اپنے عمل سے پیامِ امن عطا فرمایا۔ اسی لئے بعثت کے بعد اہل ایمان کو یہ باور کرا دیا کہ اسی داعی امن کی آواز پر لبیک کہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اجتماعی جدوجہد کا آغاز کوہ صفا کے اعلان سے فرمایا۔ آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے، لوگوں کو پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ان کے دلوں میں اس قدر گھر کئے ہوئے تھی کہ ہر شخص آپ ﷺ کی پکار سن کر دوڑا ہوا آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ برائیاں چھوڑ دو۔

بلکہ سب سے پہلے اپنی شخصیت کو ان کے سامنے رکھا اور فرمایا لوگو! تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے؟ سب نے یک زبان جواب دیا ہم آپ کو امین و صادق سمجھتے ہیں۔ رحمت اللعالمین نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی ذات کے لئے مزید اقرار لینا ضروری سمجھا اور فرمایا کہ میں اگر یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہوا ہے اور وہ آن کی آن میں تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے؟ قریش مکہ بے ساختہ بولے اے امین محمد ﷺ ہم اس بات کو ضرور مان لیں گے۔

جب شخصیت کی حیثیت واضح طور پر متعین ہو گئی تو پھر آپ ﷺ نے ان کے سامنے وہ دین پیش کیا جو سراپا پیامِ امن ہے۔ اس کے بعد کے واقعات پر ہم نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر موقع پر آپ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ ثابت فرمایا کہ آپ انسانیت کو امن دینے آئے تا کہ انسانی معاشرہ اطمینان و سکون سے گزار سکے، جس کی مثال حسب ذیل ہے:

1. مسلمانوں پر زیادتیاں ہوتے ہوئے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طاقت سے جواب دینے کے لئے نہیں فرمایا بلکہ امن کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہی حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں[22]۔
2. قریش کے قطع تعلق کا جواب قطع تعلق سے نہیں دیا بلکہ امن کی خاطر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے[23]۔
3. سفر طائف میں جب آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے کی بجائے وہ لوگ اپ ﷺ کی ایذا رسانی کا سبب بنے تو بھی آپ ﷺ نے ان کے لئے امن ہی کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: "میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں بددعا کروں۔ یہ اگر ایمان نہیں لاتے تو کوئی بات نہیں۔ امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی[24]۔"

4. جب قریش نے مدنی ہجرت کے لئے مجبور کر دیا اور سفر ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک بن جعشم انعام کی لالچ میں پیچھا کرتے ہوئے مبتلا عذاب ہونے کے بعد امن کا خواستگار ہوا تو اس پیامِ امن کے داعی نے اسے بھی پروانہ امن لکھ دیا[25]۔
5. مدینہ پہنچنے پر آپ ﷺ نے میثاق مدینہ اور رشتہ مواخات کا سلسلہ قائم کرتے ہوئے امن کی وہ بنیاد ڈال جو اصلاح معاشرہ کا ایسا سبب بنی کہ آج تک تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔
6. صلح حدیبہ کے نکات پر غور کنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے امن قائم کرنے کی خاطر اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھنے کی اجازت دے دی[26]۔
7. صلح حدیبہ کے بعد آپ ﷺ نے سلاطین اور امراء عالم کی طرف جو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے ان میں بنیادی موضوع قیام امن ہی تھا۔ خصوصاً کسریٰ پرویز بن ہرمز، شاہ فارس کے نام خط میں بالکل واضح طور پر یہ عبارت موجود ہے:

اسلم تسلم[27]

"اسلام قبول کرلو امن میں رہوگے۔"

8. فتح مکہ کا وہ دن جو تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے، جہاں ایک فاتح نے مفتوحین کو بلا امتیاز عام معافی سے نوازا۔ دنیا نے پہلی جنگ عظیم کے بعد WARSA PACT کی صورت میں فاتح اور مفتوح کا معاملہ دیکھا ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد بھی۔ لیکن کیا دنیا کو پیام امن کی نعمتوں سے سرفراز کرنے والے محمد ﷺ کے اس عمل کی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اتنی عظیم فتح جو اکیس برس کی طویل اور جان لیوا کشمکش کے بعد حاصل ہوئی اور وہ بھی اس پرامن طریقہ پر کہ قتل وغارت سے اسلامی فوج کو بالکل منع کر دیا اور یہ اس شہر کی بات ہے جس میں آپ ﷺ کیلئے قدم قدم پر کانٹے بچھائے گئے، گلے میں کپڑا ڈال کر ایذارسانی کی گئی۔ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے تیار کئے گئے اور آخرکار آپ ﷺ کو اس شہر سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا۔ اسی شہر میں حضور ﷺ نے خون کا ایک قطرہ بھی گرانا بھی پسند نہ فرمایا[28]۔

بڑے بڑے جانی دشمن محو ہو کر سامنے آئے تو اس داعی امن نے فرمایا:

"میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔"

لاتثریب علیکم الیوم

"لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں کہ اذھبو فانتم الطلقاء[29]

"آج کے دن تم سے کوئی بازپرس نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

9. پیغمبر اسلام نے اپنے عمل سے نہ صرف وقتاً فوقتاً ہمارے لئے پیام امن کی مثالیں پیش فرمائیں بلکہ اپنے آخری پیغام حجۃ الودع میں ان تمام رسموں کو ختم کرنے کا اعلان کو جو امن کو درہم برہم کرنے اور معاشرے میں فساد کا سبب تھیں۔ عربوں میں رواج تھا کہ کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو اس کا انتقام لینا خاندان والوں کا فرض بن جاتا اور سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی ادائیگی فرض کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ یوں لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا اور لوگوں کے لئے امن کی زندگی ایک خواب بنی رہتی۔ پیام امن کے داعی نے نہ صرف اس دن اس بیہودہ رسم کے خاتمے کا اعلان کیا بلکہ اپنے عمل سے ہمیں مشعل راہ بھی دکھا دی۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

ودماءالجاهلية موضوعة و ان اول دم اضعه، دماءآدم ابن ربيعة[30]

"جاہلیت کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کی طرف سے آدم بن ربیعہ کا خون باطل کرتا ہوں۔"

توجہ فرمائیے کہ ہم سے پیغمبر اسلام کی پیام امن کا عملی تقاضہ کیا ہے اور ہم کس جانب جا رہے ہیں۔

کاش کہ آج کے دور کا انسان اس حقیقت سے آشنا ہو جائے تو اختلاف قوم، رنگ و نسل اور زبان، تمام جھگڑے از خود مفقود و متروک ہو جائیں اور مختلف تہذیبیں سمٹ کر ایک اعلیٰ تہذیب کا نمونہ پیش کریں۔ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ عالم میں امن کا عظیم رشتہ قائم ہو جائے جس کے لئے قرآن کریم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

وما كان الناس الاامة واحدة فاختلفوا[31]

"اور سب لوگ پہلے ایک ملت تھے پھر جدا جدا ہو گئے۔"

نتائج

خدا نے اتنا کچھ نوازتے ہوئے بھی انسان کو مالک نہیں بنایا بلکہ امین بنایا ہے۔ قرآن کے وساطت سے باری تعالیٰ نے انسانیت کو بیش بہا انعامات سے نوازا ہے۔ سب سے بڑا انعام وحدت انسانیت کا تصور ہے۔ اس نے انسان کو یہ بتادیا کہ تمام نوع بشر ایک ہی خاندان ہیں۔ اس کے مختلف افراد کے مابین رنگ و نسل زبان اور جغرافیائی تعلق کی بنیاد تفریق سراسر باطل ہے۔ ان کے درمیان کوئی شئے وجہ امتیاز ہے تو وہ صرف خدا خوفی اور پرہیز گاری ہے۔ شیطان کے پیدا کردہ امتیازات نے انسان کی فطری وحدت کہ پارہ پارہ کر کے انسان کو انسان کا دشمن بنا دیا ہے۔

کیا ہم اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہیں ؟ آج المیہ یہ ہے کہ ہم نے پیام امن کو داعی کے عطا کردہ اس عظیم الشان عملی نظام کو پس و قوانین کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

آج ہماری دنیا میں امن قائم کرنا مشکل کیوں ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے جس تیزی سے مادی ترقی کی ہے، اخلاقی طور پر اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ ہم نے جغرافیائی اختلاف کو تہذیبی اختلاف قرار دیتے ہوئے از خود ہی افتراق کو اپنا طرہ امتیاز بنالیا۔ رنگ و نسل، لباس، رہن سہن جن کا تعلق خاص علاقائی آب و ہوا سے ہے، زبردستی کسی مذہب سے جوڑنا اور اس بناء پر مذہبی اختلاف کو فروغ دینا اعلیٰ تہذیبی اقدار کو فروخت کردینے کے مترادف ہے۔ کیا نبی کریم ﷺ نے کسی لباس کو اسلامی قرار دیا ہے ؟ کیا آپ ﷺ نے مساجد کی تعمیر کا کوئی خاص طرز متعین کیا ہے ؟ کیا آپ ﷺ نے مکہ اور مدینہ شہر کی خاص علاقائی ثقافت کو اسلامی ثقافت کا نام دیا؟

معذرت کے ساتھ آپ ﷺ کے کسی قول سے اس کا ثبوت اب تک دستیاب نہیں ہوا تاآنکہ ہم اسلامی تہذیب اور اسلامی ثقافت کا نعرہ سر بلند کریں۔ بات دراصل یہی ہے کہ ہر علاقہ کا اپنا ایک خاص طرز معاشرت ہے۔ لباس کا اختلاف، رہن سہن کا اختلاف، علوم و فنون کا اختلاف جس کو کسی علاقہ کی ثقافت قرار دے کر ثقافتی اختلاف کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ثقافتی تفریق اس دنیا میں مزید حسن کا باعث ہے۔ کیونکہ کائنات کے حسن کو چار چاند لگانے میں حضرت انسان کا اہم کردار ہے۔ مختلف ثقافتی تقاریب کا انعقاد اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس بہانے ہمیں علاقائی ثقافت کو سمجھنے میں

اور اپنے اذہان میں ان کا انعکاس بٹھانے کے مواقع ملے تاکہ جب کبھی ہمارا سابقہ ان ممالک سے ہو یا بغرض تجارت وہاں جانا ہو تو ان کا رہن سہن ہمارے لیے غیر مانوس نہ ہو یہ ہماری فطرت کا بھی تقاضیہ ہے کہ اس دنیا میں موجود تمام رنگ و نسل کے افراد سے اُنسیت ہو۔ انسان کی اصل ہی اُلفت و محبت ہے۔ بوقت ہجرت نبوی ﷺ جب آپ ﷺ مدینہ کے مضافات میں پہنچے تو انصار کی بچیوں نے خاص علاقائی انداز میں آپ ﷺ کا استقبال فرمایا۔ عیدین کے مواقع پر افریقی باشندوں کا ثقافتی تقاریب کا انعقاد انصار و مہاجرین کا اُن میں حصہ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کو یکجا دیکھنے کے خواہش مند ہیں اور اس طرح کی تقاریب سے باہمی بین الاقوامی ہم آہنگی کو فروغ ملتا ہے۔ بہر حال جس مملکت میں شریعت اسلامیہ کا قانون نافذ ہو وہاں تمدن مندرجہ ذیل شکل اختیار کر لیتا ہے:

(۱)توحید (۲)احترام انسانیت (۳) اتحاد انسانیت (۴) آفاقیت (۵) مساوات
(۶)امن عالم (۷) سادگی (۸)صفائی و پاکیزگی (۹)اعتدال پسندی (۱۰)اخوت

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ آلعمران ۳: ۶۴
2 تاریخ بیت اللہ، رؤف صدیقی: ۲۶
3 القاموس المحیط، علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی: ۱۷۰
4 مولوی فیروز دین فیروز اللغات، فیروز: ۳۵۸ سنس لمٹڈ، لاھور
5 سبط حسن پاکستان میں تہذیب کا ارتقا: ۸۳ء مکتبہ دانیال، لاہور
6 اسلامی تاریخ و تمدن مورخہ ۲۵، دسمبر ۲۰۰
7 پروفیسر سید مہدی حسن، عمرانیات کے اصول: ۱۹۹
8 سورۃ البقرہ ۲: ۲۱
9 سورۃ التغابن آیت ۲۴:
10 علامہ بن برہان الدین، سیرت الحلبیہ: ۱۰
11 سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۷
12 سورۃ البقرہ آیت ۲۔۲۹
13 علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی: ۸۴

14 نفس مصدر:۸۵
15 ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ا- ۱۵۸
16 سورۃ البقرہ آیت ۲: ۵۶۶
17 سورۃ الانعام ۶: ۷۰
18 عبداللہ محمد بن سعید، البوصیری (قصیدہ در شریف):۶۰
19 صحیح مسلم: ۸۱۶
20 صحیح البخاری: ۱۶۴
21 السیرۃ النبویہ: ۲۰۹
22 ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (شرح بخاری): ۷۳۷
23 زادالمعاذ: ۲۴
24 نفس مصدر
25 صحیح مسلم: ۴۲۱
26 زادالمعاد: ۵۳
27 صحیح مسلم: ۶۰۱
28 Encyclopedia Britannica Inc., Vol: 12, 10 Edition, P-758,
29 ابو محمد بن عبدالملک، السیرت النبویہ: ۵۵
30 سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد: ۱۷۵
31 سورۃ یوسف ۱۰: ۱۹